مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

شخصیّت اور طریقِ کار کے چند گوشے

نعیم صدیقی

کسی اسلامی تحریک یا نظامِ جماعت کو چلانے کے لیے ذرا مختلف قسم کے اوصاف درکار ہیں۔ اس معاملے میں سرکارِ رسالت مآب کی شخصیت مقدسہ اور ان کے مسلکِ پاکیزہ کا مطالعہ اولین ضرورت ہے۔ بعد ازاں حضورؐ کی پیروی میں حضورؐ کے پروگرام کے مطابق اقامتِ دین کا کام کرنے والوں کا جائزہ لینا مفید ہو سکتا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے میں جب مولانا مودودیؒ کے حُسنِ گفتار اور حُسنِ کردار کو دیکھتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ شخص اپنے نبی کی مشعل کو بلند کرنے اور اس کے گرد لوگوں کو جمع کرنے کے لیے خاص صلاحیتوں سے نوازا گیا تھا۔

میں یہاں صرف ایک چیز کو لیتا ہوں —— محبت و اعتماد!

وہ مرکز کے کارکنوں یا جماعتی رفیقوں یا آنے والے مہمانوں سے ہمیشہ محبّت و اعتماد کا معاملہ کرتے تھے۔ یہ کسی کو کبھی محسوس نہ ہوا کہ مولینا اس پر کوئی شک رکھتے ہیں، اس کو ناپسند کرتے ہیں، کسی اور کو ترجیح دے کر اسے محسوس کراتے ہیں کہ ہمارے پاس تو تم سے بہتر لوگ موجود ہیں اور تم بھی اگر ان جیسا بننا چاہو تو ہماری پسند کی ترازو پر پورے اُترو۔ وہ ہر سوال یا اعتراض یا اختلاف پر تند و تیز بحث کر کے آدمی کو دبوچ نہیں لیتے تھے کہ اس کی جرأتِ اظہار ہی کچل جائے۔ وہ کبھی اتھارٹی اور اختیار نہیں جتاتے

تھے۔ وہ کسی سوال کا جواب یہ نہیں دیتے تھے کہ بس یہ ہمارا فیصلہ ہے۔ نہیں، وہ بار بار مختلف لوگوں سے مختلف طرز پر استدلال کرتے رہتے ـــــ اہلِ علم سے، اہل اخلاص سے، اختلاف کرنے والوں سے، دفتر کے کارکنوں سے، معترضین سے۔ اس طرح وہ دلیل کی قوت سے آہستہ آہستہ میدان فتح کرتے چلے جاتے۔ بات کرنے والے کی بات کو کبھی کاٹ کر نہ رکھ دیتے۔ یہ نہ محسوس کراتے کہ یہ ہم پہلے سے جانتے ہیں یا اس پر ہم پہلے بات کر چکے ہیں یا بیان دے چکے ہیں۔ کسی کو یہ بھی نہ کہتے کہ تم کسی سازش کا شکار ہوا تم پر کسی غلط قوت کا اثر ہے۔

بلکہ ان کا بنیادی طریق کار محبت سے تبادلۂ خیال کرنا ہوتا، پھر اگر کوئی شخص ساتھی بنتا تو وہ اس پر پورا اعتماد کرتے اور اس کو ایسی ذمہ داری یا ایسا مقام تفویض کرتے کہ وہ ہکا بکا نہیں، بلکہ کانپتا رہ جاتا اور درخواست کرتا کہ مجھ سے بہتر آدمی مل سکتے ہیں۔ وہ فرماتے کہ آپ یہ کام کریں تو سہی، شاید آپ ہی موزوں آدمی ثابت ہوں۔ چنانچہ مولانا کا اعتماد میرے جیسے چھوٹے چھوٹے آدمیوں کو بڑے بڑے کام کرنے کے قابل بنا دیتا۔

اُن کی بڑائی یہی تھی کہ جو ان کے قریب ہوا اُس کو اُنھوں نے احساس دلایا کہ تم ایک اہم آدمی ہو اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ آہستہ آہستہ وہ آدمی بلند تر ہوتا چلا جاتا۔

مشاورتوں (اور مجالس شوریٰ) میں وہ نہ تو پہلے سے طے شدہ فیصلہ یا اسکیم یا منصوبہ لے کر آتے اور نہ چند ارکان سے الگ پہلے کسی گروپ کو کسی خاص امر کے لیے تیار کرتے۔ بلکہ صورتِ حالات کا نقشہ سب سے سننے کے بعد کوئی ایک سوال سامنے رکھ دیتے، مثلاً انتخاب میں حصہ لینا چاہیے یا نہیں، اور پہلے سے اپنی طرف سے کوئی رجحان سامنے لائے بغیر تمام رفقاء کو آزادانہ اظہارِ خیال کا موقع دیتے۔ یہاں تک کہ بات نتھر کر کسی ایک رُخ پر آ جاتی۔ پھر وہ پھیلے ہوئے الفاظ اور خیالات کو سمیٹ کر سب سے یہ دریافت کرتے کہ کیا آپ کا نقطۂ نظر یہ اور یہ ہے؟ اگر محسوس ہوتا کہ فیصلے کا مرحلہ نہیں آیا، بلکہ اختلافی رجحانات موجود ہیں تو اجماع و اتفاق رائے پیدا کرنے کے لیے بحث کے خاص خاص پہلوؤں پر توجہ دلا دیتے کہ یہ اور یہ باتیں بھی زیرِ غور لا کر سوچیں۔ تا آنکہ دو تین دَور گفتگو کے چل کر کوئی ایسا فیصلہ طے پاتا جس پر پوری مجلس متفق الرائے ہو جاتی اور بالعموم کسی کے دل میں گھٹن نہ رہ جاتی کہ میری بات کو دبا دیا گیا ہے۔ اگر کسی فرد کو ایسی شکایت ہوتی تو ایک آدمی کے لیے ساری بات کے اجزاء پھر سامنے

لاتے۔ بہت ہی کم مواقع پر معمولی اقلیت کے استثنیٰ کے ساتھ اکثریتی فیصلے بھی کرنے پڑے، مگر ایسے انداز میں کہ اختلافی اقلیت کو یہ محسوس نہیں ہوا کہ ہمارے خلاف کوئی خاص دباؤ ہے یا محاذ ہے، بلکہ غیر اختیاری طور پر مجلس میں کامل اتفاق رائے پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایسے حضرات اپنی آرا کو ایک طرف رکھ کر بخوشی اکثریتی فیصلے کی علمبرداری میں تعاون کرتے۔

میرا خیال ہے کہ اسلامی نظامِ جماعت کی امارت اور اس کی تنظیم و تربیت کے بھاری کام کے لیے موجودہ دَور کے لحاظ سے بہترین نمونہ سید مودودیؒ نے نہ صرف عملاً پیش کیا بلکہ تحریری طور پر اپنے طریقِ کار کا ریکارڈ بھی چھوڑا اور عملی کردار کے گواہ بھی ابھی موجود ہیں۔

مولانا کی صحتِ قیادت اور ان کی روشن محبت و اعتماد کا راز یہ تھا کہ وہ تحریک کے کام کو اصلاً اقامتِ دین کا کام اور اس کام کے ہر ضروری جز کو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ انہوں نے سیاست کو کاملاً تابع دین رکھا۔ دین سے آزاد سیاست، دین سے آزاد جمہوریت یا دین سے آزاد انتخابات کا کوئی تصور دُور دُور تک ان کے ہاں نہ تھا۔ دین کی رہنمائی، مقاصد اور سرگرمیوں اور رابطوں میں بھی کارفرما رہتی۔ انہوں نے ووٹوں یا سیٹوں کی زیادہ تعداد حاصل کرنے کے لیے ایسے طریقے یا ایسے رابطے کبھی اختیار نہیں کیے جو دینی اصولوں کے خلاف ہوں۔

مولانا مودودیؒ کی ایک عظیم خوبی یہ تھی کہ وہ اُدنچے سے اُونچے مرتبے پر ہوتے ہوئے نچلی سے نچلی سطح کے کارکن تک برادرانہ یک جہتی کا گہرا رابطہ رکھتے۔ خط و کتابت کے ذریعے، گفتگوؤں کے ذریعے، اپنی شام کی مجلسِ عام کے ذریعے، دَوروں میں ایک ایک کارکن سے ملاقات کے ذریعے وہ اپنے رابطے کو گہرا کرتے رہتے تھے۔ وہ کارکنوں کا ذہن جس طرح کئی سال میں تشکیل کرتے تھے، پھر اس بات کا لحاظ کرتے تھے کہ وہ کوئی ایسا فیصلہ و اقدام محض منصب، امارت یا مجلسِ شوریٰ کے اختیارات کی بنا پر نہ نافذ کر دیں جو خود ان کی بنائی ہوئی ذہنیت سے ٹکرائے اور ان کی اپنی ہی دی ہوئی تربیت کی فصل کو ویران کر دے۔ ان کی خاص صلاحیت تھی کہ وہ تحریک کے اُصول و مقاصد کو، جماعت کی روایات و اقدار کو، کارکنوں کے ذہن و مزاج کو پوری طرح نگاہ میں رکھتے تھے اور یہ اندازہ کر لیتے کہ کس معاملے میں کس وقت جماعت اور اس کے کارکنوں کے جذبات و احساسات کیا ہیں اور ان کی مانگ کیا ہے اور ان کی نفرت کا رُخ کدھر ہے اور ان کی محبت کی سمت کدھر ہے، کس بات پر وہ جمع ہوں گے، کونسی چیز ان کو

بحث بحثی میں ڈال دے گی یا بکھیر دے گی۔ نتیجہ یہ کہ وہ کسی مسئلہ خاص کو بھی اصولِ دین اور مصالحِ شرعیہ کے تحت خوب جانچتے اور پھر کارکنوں کے ذہن کی تحریکی ساخت کا بھی صحیح ناپ تول کرتے۔ پھر جب وہ کوئی بات کہتے تو لوگوں کے چہرے روشن ہو جاتے اور دل کھل اٹھتے اور ان میں کام کرنے اور آگے بڑھنے اور قربانیاں دینے کی اسپرٹ جاگ جاتی۔ سب کے دل جمع ہو جاتے۔ بہت ہی کم کبھی ایسا ہوا کہ کچھ جزئی امور پہ کارکنوں کا فوری طور پر پورا پورا اطمینان نہیں ہوا، لیکن پھر بھی وہ تھوڑی بہت افہام و تفہیم ہو جانے پہ جادۂ فرض پہ خوش خوش متحرک ہو گئے۔ یعنی اوپر سے نیچے تک رشتۂ اعتماد بحال رہا۔ اندریں صورت تمام کارکن یہ سمجھتے تھے کہ مولانا مودودی خود کوئی بیان دیں، فیصلہ ہو یا مجلسِ شوریٰ میں کوئی بات طے ہو، ہم سب کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور ہمیں اہمیت دی جاتی ہے۔ کم سے کم یہ تو بالکل طور طریق نہ تھا کہ کارکنوں کی تحقیر کر کے انہیں کوئی ادنیٰ درجے کی چیز قرار دیا جائے یا یہ ظاہر کیا جائے کہ کارکنوں کا ذہن یا نقطۂ نظر کچھ بھی ہوا کرے، فیصلہ کرنے والے تو ہم ہیں جس پر تمہیں لازماً عمل کرنا ہوگا سوچنے اور بات کہنے کا یہ انداز ہی خطرناک ہے۔ یہ ہماری خاص طرز کی تنظیم کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔ ہم تو اپنے ہر کمزور ساتھی کو بھی احساس دلانا چاہتے ہیں کہ تم بہت اہم ہو اور ہم تمہیں ساتھ لے کے چلیں گے اور تم جو جذبات واحساسات رکھتے ہو اور جو کچھ تم نے لٹریچر اور تنظیم سے حاصل کر کے اپنا ذہن بنایا ہے، اس کا ہم پورا لحاظ رکھیں گے۔ تم اس مشینری کا لازمی حصہ ہو۔ تم سوال بھی کرو، مشورے بھی دو، اعتراض بھی اٹھاؤ، پریشانی بھی ظاہر کرو، ہمیں تمہارے اس تعاون کی ضرورت ہے۔ یہ طرزِ عمل تھا جو مولانا مودودیؒ نے اختیار کیا اور میں یا کوئی اور جس نے ان کے ساتھ کام کیا ہو، وہ اس کے گواہ ہیں۔

ایسی بہت سی باتیں ہیں مولانا مودودیؒ کے متعلق جاننے کی، اور پوچھنے اور بتانے کی! افسوس کہ میرے قویٰ بھی محدود ہیں، وقت بھی محدود ہے اور ترجمان کے صفحات بھی محدود ہیں۔

تاہم جو کچھ میں نے گذارشات کی ہیں، ان پہ اگر اخلاص کے ساتھ غور کیا جائے تو میرا ہر رفیق روشنی حاصل کر سکتا ہے۔

دوسری طرف ناراض ہونے والے مہربان زجر و توبیخ بھی کر سکتے ہیں۔

"مسکیں دلکم ماندہ دریں کشمکش اندر"

(ترجمہ: میں تو ایک مسکین سا دل ہوں جو موجودہ کشمکش میں گھِر گیا ہے!)